

مولانا نسیم احمد صاحب ترقی امروہی

میاں سید نصیر حسین محدث دیوبندی

اور

درس ابوداؤد کی چند جھلکیاں

انقرضوال ۱۳۵۴ھ میں بغرض تعلیم دارالعلوم دیوبند پنہاں شعبان ۱۳۵۵ھ میں دورہ حدیث سے فراغت پائی۔ اس کے بعد وہاں تقریباً ڈیڑھ سال اور رہا۔ یہ چھپستان علوم دینیہ اس وقت بھی بدستور سابق سرسبز و شاداب تھا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ مسندِ عداوت پر جلوہ افروز تھے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم تھے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن محدث دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے کئی باکمال تلامذہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ اور دیگر تمام عقلی و نقلی علوم کا درس دے رہے تھے، اس گلشن قاسمی و رشیدی میں ایک عجیب رونق تھی۔

یہ حضرت مولانا اعجاز علی امروہی ہیں جو شیخ الادب والفقہ کہلاتے ہیں۔ حدیث میں شامل ترمذی وغیرہ ٹھہاتے ہیں، دن رات دارالعلوم کی تعمیر فابری و باطنی اور تشنگانِ علوم کی سیرابی میں منہمک رہتے ہیں۔ یہ حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ہیں جو جامع معقول و منقول ہیں، مسلم شریف اور معقول کی کتابوں کا درس دیتے ہیں۔ یہ حضرت مولانا عبدالسمیع ہیں۔ دیوبند کے باشندے ہیں۔ مدتوں سے دارالعلوم میں پڑھا رہے ہیں سادہ اس اور بے تکلف عالم ہیں۔ مشکوٰۃ شریف جہوم جہوم کر پڑھاتے ہیں۔ تقریر کا انداز بھی بڑا پرکیف ہے ان نہایت صاف و شستہ ہے۔ بستان المحرثین مولفہ حضرت امینہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیس اردو ترجمہ انہوں نے کیا ہے حضرت مفتی محمد رحیم صاحب بھاگلپوری بھی بحیثیت مفتی دارالعلوم یہاں جود ہیں۔ بڑے متبع سنت، بڑے پابند اوقات بزرگ ہیں۔ یہ حضرت میاں سید نصیر حسین محدث دیوبندی ہیں۔ ابوداؤد کا درس دینے کے لئے دارالعلوم آئے ہیں۔ عجیب شان کے بزرگ ہیں۔ عصاباً تھیں اور ابوداؤد کے احسن کا درس دینا ہے، وہ ان کے پاس ہیں۔ آہستہ آہستہ، نیچی نظریں کئے ہوئے صاف ستھرا دیدہ زیب لباس

زیب تن کے تشریف لاتے ہیں۔ درس دے کر پھر اپنے مکان چلے جاتے ہیں۔ مکان پر ملاقات کرنے والوں کو عصر کے بعد سوٹ دیتے ہیں صرف نماز باجماعت پڑھنے کے لئے مسجد میں آتے ہیں اور گھر چلے جاتے ہیں تصنیفات و تالیفات بھی ان کی کافی ہیں۔ گلزارِ سنت ان کی بہترین کتاب ہے۔ دو کتابیں علمِ فرائض میں ہیں۔ حضرت شیخ الہند کی سوانح عمری بھی انہوں نے لکھی ہے جو بہت ہی دل نشیں اور عمدہ طرزِ تحریر سے آراستہ ہے۔ آج میں انہیں پرکچھ لکھوانا چاہتا ہوں۔ ان کا تصور بھی کبھی کبھی آجاتا ہے۔ نہ معلوم کچھ دو مہینوں سے یہ تصور کیوں بڑھتا گیا۔ میاں صاحب کی باتیں یاد آتی ہیں۔ ان کا درس یاد آتا ہے۔ ان کا چلنا پھرنا یاد آتا ہے۔ ان کی نگاہ پر کیعت بھی آتی ہے ع

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی مگر نظر میں ہمارے سہلے ہو ہیں

میں نے ان کے درس ابو داؤد شریف کی تقاریر کو ضبط کر لیا تھا۔ گو اس میں پورا کامیاب تو نہ ہو سکا لیکن خاص خاص تشریحات تو حینِ محاضرات کو اسی وقت لکھ لیا تھا (حالانکہ) وہ خود بھی زیادہ تقریر نہیں فرماتے تھے پھر بھی جو کچھ انہوں نے فرمایا اس کو بحسنِ قلم بند نہ کر سکا۔

تقاریر ابو داؤد کی یہ کاپی میرے لئے حرزِ جان بنی رہی۔ اور جہاں شیخ الاسلام حضرت مدنی کے افادات میرے کام آئے، وہیں ابو داؤد پڑھاتے وقت یہ قیمتی شذرات بھی میرے لئے رہنما بنتے رہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اول میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محفوظے سے حالات مع چند ملفوظات کے تحریر کر دوں۔ پھر درس ابو داؤد کے چند نمونے لکھاؤں۔

میاں صاحب کی ایک سوانح عمری ان کے صاحبزادے مولانا سید اختر حسین صاحب دیوبندی مرحوم اساتذہ دارالعلوم دیوبند نے لکھی ہے۔ وہ اگرچہ مختصر ہے مگر بہت غنیمت ہے۔ اگر یہ کتاب سامنے نہ ملتی تو میاں صاحب کے قابل ذکر حالات کا بھی پتہ نہ چل سکتا۔ اس کتاب پر اضافہ تو کیا ہوتا خود یہ کتاب بازار سے غائب ہے۔ دیوبند جو تجارتی کتابوں کی منڈی ہے وہاں اس کا پتہ نہیں۔ دہلی میں بھی یہ کتاب نہیں ملی۔ سہارنپور میں کم غالباً موجود نہیں ہے۔ یقیناً یہ ہماری بے حسی کی بات ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے نقوش کو ابھارنے بلکہ محفوظ کرنا کی بھی کوشش نہیں کرتے۔

مختصر سوانح و احوال حضرت میاں اصغر حسین صاحب آپ شاہ سید محمد حسن دیوبندی کے صاحبزادے تھے

مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری استاذ دارالعلوم کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ انہوں نے مدنی دارالمطالعہ دیوبند سے عابیتہ یہ کتاب حاصل کر کے مجھے تک پہنچائی۔

۸ شوال ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۸۷۷ء کو بروز سہ شنبہ بعد عشاء پیدا ہوئے۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد اپنے والد کے حقیقی ماسول سید عبداللہ شاہ عرف متا شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بسم اللہ پڑھ کر اپنے والد بزرگوار سے تعلیم شروع کی۔ تقریباً ڈیڑھ دو سال میں تعلیم قرآن پاک حاصل کر کے والد ماجد ہی سے فارسی پڑھنی شروع کی۔ اور دوران تعلیم سوا کے اپنے کار تعلیم کے کبھی کھیل کو دیا فضول کام سے واسطہ نہ رکھا۔ گلستان تک اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ پڑھ کر دارالعلوم کے درجہ فارسی میں داخل ہو گئے۔ یہاں بوستان وغیرہ کتب فارسی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے والد ماجد مولانا محمد یونس دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں جو اس وقت دارالعلوم میں درجہ فارسی کے مدرس اول تھے۔ اور فن حساب جناب مولانا محمد منظور احمد دیوبندی مرحوم سے حاصل کیا جو اس وقت دارالعلوم کے مدرس ریاضی تھے۔ میاں صاحب نے درجہ فارسی کی تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۲۱۰ھ میں درجہ عربی میں داخلہ لیا۔ آپ دارالعلوم میں پڑھتے بھی رہے اور وقت نکال کر اپنے والد صاحب کے مدرسے میں پڑھاتے بھی رہے۔ ۱۲۱۰ھ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ کو آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہ نے حضرت مولانا محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی نائب مہتمم اور مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی کی موجودگی میں میاں صاحب کو بلا کر فرمایا۔

”صاحبزادے والد صاحب کے انتقال سے پڑھنا مت چھوڑ دینا تحصیل علم میں مشغول رہنا“

جواب میں آپ نے عرض کی۔ ”بہت اچھا“

اس وقت آپ شریعہ و فایہ پڑھ رہے تھے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد بھی ان کے مدرسہ کو پڑھانے کا کچھ وقت دیتے رہے۔ اور اپنی تعلیم بھی جاری رکھی بشہر کے بعض بہادران مدرسہ نے بہت اصرار کیا کہ اپنے والد کے مدرسہ ہی کو سنبھال کر بیٹھ جائیں۔ یا اس کی نگرانی کا ذمہ لیں۔ میاں صاحب نے دونوں باتوں سے انکار کرتے ہوئے فرمایا

”آپ خود ہی کوئی انتظام کریں۔ میں پڑھوں گا، مجھے نگرانی کی بھی فرصت نہ ہوگی“

اس کے بعد آپ نے حسب فرمودہ حضرت شیخ الہند اپنے والد کے مدرسہ میں پڑھنا سو قوف کر دیا۔ اور تعلیم علم عربی میں مصروف ہو گئے۔ حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب سے بہت سہی کتابیں پڑھ کر اپنے استاد خاص حضرت شیخ الہند کی خدمت میں رہ کر صحاح ستہ اور دیگر علوم کی اعلیٰ کتابیں پڑھیں۔ زمانہ تعلیم میں نہایت انہماک کے ساتھ علوم دینیہ کی تحصیل میں مشغول رہے۔ اپنے اساتذہ انتہائی ادب و احترام کرتے تھے۔ یہی بات عنایات کا باعث بنی۔

مولف ”سوانح حیات میاں صاحب“ جناب مولانا اختر حسین صاحب نے (جو آپ کے صاحبزادے

ہیں) آپ کے زمانہ تعلیم کا ایک بڑا دلچسپ واقعہ لکھا ہے۔

” ایک مرتبہ آپ کی اپنے استاذ متقیق حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کی زبان مبارک سے بوقت درس سن کر کچھ تقریریں اور یادداشتیں جمع کی ہوئی کچنی کسی طالب علم نے چرائی۔ آپ کو بہت رنج ہوا کوئی صورت دستیاب ہونے کی نظر نہ آئی تو اسی غم میں ایک روز مدرسہ بھی نہ گئے۔ اور حاضر درس نہ ہوئے۔ استاذ و شفیع کو خبر ہوئی تو عصر کے بعد تسلی دینے کے لئے مکان پر تشریف لاکر دریافت کر کے افسوس ظاہر فرمایا۔ صبر دلایا اور دریافت فرمایا کہ:

” کیا تمہاری ہی لکھی ہوئی تھی؟“ آپ نے عرض کیا: ”جی حضرت میں نے ہی لکھی تھی“

فرمایا ” پھر کیا غم ہے پھر لکھ لینا۔ اور غیب نہیں کہل جائے“

اگلے روز بخاری کے سبق کے بعد سب طلبہ کو خطاب کر کے نہایت جوش سے فرمایا۔

” دیکھو ہمارے سید کی تقریر جس نے لی ہو، دے دو۔ ان کو بہت رنج ہے۔ اگر نہیں دے گا تو چاہے ہفت

اقلیم کا بادشاہ ہو جائے۔ لیکن علم سے ہمیشہ محروم رہے گا“

یہ سن کر سب طلبہ دم بخود رہ گئے۔ اور تین چار روز بعد چور نے حسن تدبیر سے وہ تقریر رکھ دی۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کس نے لی اور کیسے واپس ہوئی۔

۱۳۲۰ھ میں میاں صاحب نے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کی۔ بعد فراغت حضرت شیخ الہند اور

حضرت مولانا محمد احمد صاحب نے علاوہ اس سند کے جو سب طلبہ فارغین کو دی جاتی ہے۔ ایک خصوصی تحریر بھی آپ کو مرحمت فرمائی جو یہ ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - حامداً و مصلیاً - اما بعد!

مولوی سید الصغر حسین ولد سید محمد حسن صاحب مرحوم ساکن دیوبند ضلع بہار پور، اس مدرسہ عربیہ اسلامیہ دیوبند میں ابتداءً ۱۳۱۰ھ میں داخل ہوئے اور ۱۳۲۰ھ تک نہایت محنت اور شوق سے تحصیل علم میں مشغول رہے اس مدت میں مدرسہ ہذا کے سلسلہ اعداد کی تمام کتب درسیہ من اولہ الی آخرہ اچھی طرح پڑھیں اور مدرسہ کے مدرسین و منتظمین کی ہمیشہ ان پر شفقت رہی۔ اور سب ان سے خوش رہے۔ یہ چند کلمات بطور سند کے تحریر کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے توفیق خیر کی دعا کی جاتی ہے۔

البد

البد

محمود حسن

احمد ہاشم مدرسہ عربیہ (یکم ربیع الاول ۱۳۲۰ھ)

میاں صاحب نے کتابی تعلیم کے ساتھ ساتھ باطنی تعلیم بھی جاری رکھی۔ وہ اپنے والد کے ماموں سید محمد عبد اللہ شاہ عرف متا شاہ دیوبندی سے بچپن ہی سے روحانی ربط رکھتے تھے۔ سید محمد عبد اللہ شاہ اپنے اس نو عمر فیض یافتہ

کو کبھی میم شاہ اور کبھی قرخ سیر کہتے تھے۔ ۱۲۱۰ھ میں سید عبداللہ شاہ کا انتقال ہو گیا۔ مرحوم نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اور شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے مکہ معظمہ میں ملاقات کی۔ اور اپنے بھائی سید محمد حسن صاحب اور بھائی کے دو لڑکوں خورشید حسن صاحب، میاں اصغر حسین صاحب اور سید محمد حسن صاحب کے بھائی سید محمد قاسم صاحب کے لئے زبانی و تحریری بیعت (عثمانی) مع الاجازت حاصل کر کے لائے۔ اس تحریر کی نقل یہ ہے۔

بیاس خاطر غلص مکرم معرفت آگاہ سید	بیاس خاطر غلص مکرم معرفت آگاہ سید
محمد عبداللہ شاہ صاحب بیعت مع الاجازت	محمد عبداللہ شاہ صاحب بیعت مع الاجازت
برائے عزیزان، شاہ محمد حسن و سید قاسم علی	برائے عزیزان، شاہ محمد حسن و سید قاسم علی
و خورشید حسن و قرخ سیر مقبول و منظور کردہ	و خورشید حسن و قرخ سیر مقبول و منظور کردہ
دعائے خیر ادا کردہ شد۔	دعائے خیر ادا کی گئی۔

سید عبداللہ شاہ نے وطن واپس ہو کر حضرت حاجی صاحب کا یہ تحریری اجازت نامہ کر دیا اور اپنی بیعت و اجازت کے ثمر سے بھی میاں صاحب کو مشرف کیا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب برابر آپ کی خدمت و صحبت میں رہ کر فیوض و کمالات باطنی سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔

حضرت سید محمد عبداللہ شاہ صاحب نے انتقال سے ایک روز قبل حضرت میاں صاحب کو قرخ سیر کے لقب سے پکار کر اپنے سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا۔

”اصغر تیرے سینے سے ہزاروں فیض یاب ہوں گے۔ اور مخلوق خدا کو تجھ سے فیض پہنچے گا“

ملازمت جوئیور [افراغت کے بعد غالباً ایک سال چند ماہ دارالعلوم کا کچھ دفتری کام بطور اجرت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ الہند اور حافظ محمد اسمد صاحب نے مدرسہ مسجد اٹالہ کی معلمی کے لئے جوئیور روانہ کیا۔ وہاں بیس روپے ماہوار پر تقریر ہوا۔ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۲۱ھ کو دیوبند سے جوئیور پہنچے۔ اور ۶ ذی قعدہ کو اسباق مدرسہ شروع کر دئے۔ ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۴ھ تک سات سال برابر اہل جوئیور کو اپنے علوم ظاہری و باطنی کے فیوض سے مستفیض فراتے رہے۔ اس ہفت سالہ قیام میں شہر جوئیور اور گرد و نواح کے لوگ آپ کے اوصاف حسنة اخلاق جمیلہ اور کمالات علمیہ کی وجہ سے بہت گرویدہ اور معتقد ہو گئے تھے۔ درس و تدریس، قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر و مراقبہ کی مصروفیتوں سے جو وقت ملتا اس میں تصنیف و تالیف فراتے تھے۔

ملہ پہلے در ہو چکا ہے کہ سید عبداللہ شاہ میاں صاحب کو قرخ سیر کہا کرتے تھے۔

آپ کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۲۶ھ میں دارالعلوم دیوبند سے رسالہ "القاسم" جاری کرنے کی تجویز پہنچی تھی۔ اس کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے آپ کو بلانے کی سعی ذمہ داران دارالعلوم کی طرف سے اسی وقت سے کی جا رہی تھی۔ اور برابر سلسلہ خط و کتابت جاری تھا۔ لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کچھ عذرات پیش کر دیتے رہے۔ بالآخر حضرت شیخ الہند، حضرت حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب نائب مہتمم مدرسہ، اور حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب کی ایک متفقہ تحریر آپ کو بلانے کے لئے جوپور پہنچی اس کے جواب میں میاں صاحب نے حضرت شیخ الہند کو لکھا کہ اگر حکم ہے تو بسر و چشم منظور۔ اور اگر تکبیر ہے تو مجھے یہاں پر بہت آزادی ہے۔ علمی مشغلہ کے علاوہ تصنیف و تالیف، اور ادو وظائف کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت شیخ الہند نے اپنے سعادت مند شاگرد رشید کو جو مکتوب گرامی تحریر فرمایا وہ بے تکلف طرز مکاتیب کا بہترین نمونہ اور ان کی حکمت عملی اور دور اندیشی کا آئینہ دار ہے۔ یہ مکتوب گرامی "سوانح حیات میاں صاحب" سے نقل کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

"برادر مکرم بارک اللہ فیکم وسلم"

بندہ محمود تسلیات مسنونہ کے بعد ملتئم ہے۔ گرامی نامہ پہنچا۔ بندہ کو مادہ سوداوی نے ستار کھا ہے ایسی حالت میں اپنی رائے پر رہا سہا اعتماد بھی نہیں ہو سکتا۔

آپ جیسے غلصہ مکرم سے اپنا خیال عرض کرنے میں نکلے بھی بے جا ہے۔ خط جو آپ کے پاس گیا تھا اس میں یہ ضعیف بھی شریک تھا۔ آپ کا خیال درست ہے۔ اول اپنا پریشان خیال آپ پر ظاہر کرتا ہوں۔ پھر استفسار کا جواب عرض کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ عالم شہود سے دور بزرخ کے قریب ہو رہا ہوں اتنا فکر ضرور ہے کہ استاد سے بفضل اللہ اگر مشافہت کی نوبت آگئی اور پوچھا کہ ہو مدرسہ کس پر چھوڑا؟ اور کس حالت میں ہے؟ تو اس کا جواب ایسا دے سکوں کہ پسند خاطر حضرت ہو۔ اس کی تدبیر کوئی نہیں مگر یہ کہ اپنے مخلصین صلحاء لائق کے نام گنوا دوں۔ سو آپ کی طرف بھی بچہ و جوہ میر خیال ضرور جاتا ہے۔ اور چاہتا ہوں کہ آپ جیسے چند ائمہ مفسر مکر حقیقت میں مفید و ساکیر، کسی یہاں سے احاطہ مدرسہ میں آنکھوں سے دیکھ لوں۔

آپ نے جو دو صورتیں تحریر فرمائی ہیں باللہ العظیم ہرگز اس کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ کہ آپ مشغول تدریس سے یکسو ہوں بلکہ چاہتا ہوں کہ مشغول تدریس حالت موجودہ سے زائد نصیب ہو۔ میں تو آپ کے بلانے ہی کے لئے تدبیر موجودہ کو دراصل پسند کرتا ہوں۔ یہ ہرگز مطالب نہیں کہ سید صاحب مشغول علمی سے یکسو ہو کر رسالہ باری میں عمر صرف کریں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ سر دست رسالہ کی گاڑی سنبھالنے کا کوئی لائق معتمد علیہ شخص ہو۔ کچھ عرصہ کے بعد رسالہ کے لئے انشاء اللہ بہت پیدا ہو جائیں گے۔ اس وقت رسالے کی ابتدا اگر ہماری طرز وضع اور خیال کے

کے خلاف پڑ گئی تو اندیشے کی بات ہے۔ اس وجہ سے بے شک یہ مستحسن نظر آیا کہ مکرم سید کو رسالہ دار بالفعل بنا دیا جاوے۔ اس لئے اپنا خیال عرض کرتا ہوں۔

آپ کو پسند اور بے تکلف گواری ہو تو سبحان اللہ ورنہ جو آپ کو منظور ہو۔ ہم کو منظور ہو گا۔ اور آپ سے بخدا کوئی خلیجان یا ملا کا واہمہ بھی انٹرا لٹرنہ ہو گا۔ وہ (خیال) یہ ہے کہ آپ بالکل اپنے مدرسہ کے احاطے کے اندر لٹرنہ کا نام لے کر آجائیں۔ انٹرا لٹرنہ آپ کے شغل تدریس کی ہر طرح سے کوشش کی جائے گی۔ کہ قسور نہ آوے اور پیش چلی کا خیال اگر اعتماد کے قابل نہ ہو تو دو ماہ سے لے کر چھ ماہ تک رخصت لے کر تشریف لا کر رسالے کو ہمارے کہنے کے مطابق جاری فرما جائیں۔

اس کے بعد جو صورت آپ پسند فرمائیں۔ اس کے کرنے میں ہم آپ کی موافقت بلکہ متابعت خوتنی کے ساتھ کرنے کو موجود ہیں۔ ان چند روزوں میں جو آپ کو رسالے کے متعلق تحریرات کی نوبت آئے گی اس کا حساب کیا جائے گا۔ کہ اتنی مدت کی تاہیات جو پور سے زائد ہوں گی یا کم۔ سو یہ میرا خیال ہے جو خیال کے قابل نہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ یہاں کسی عنوان سے آئیں گے۔ غالباً وہ آزادی اور استقلال جو جو پور میں ہے۔ آپ بوجہ مختلف مسیر نہ ہو گا۔ مگر کیا کروں اپنے خیال خام کی وجہ سے جیسا خود مقید ہوں اپنے لائق غلطیوں کو بھی مقید کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ آپ بالکل مدرسہ اور خدام مدرسہ کے خیر اندیش اور بھی خواہ ہیں۔ اور ہم خدام مدرسہ بالکل آپ کے خیر طلب اور دعا گو ہیں۔ خط آپ ہی ختم ہو گیا کا غذ ہی نہیں رہا۔

والسلام مع الاکرام۔ فقط

اس مکتوب گرامی کے پہنچنے پر آپ نے جو پور کی ملازمت چھوڑنے کا قصد کر لیا۔ ہر چند اہل شہر اور باشندگان نواح شہر نے بالحاج وزاری کہا۔ کہ آپ یہاں سے نہ جائیں اگر تنخواہ بڑھوانا چاہیں تو تنخواہ بڑھوا دی جائے اگر اسباق کم کرانے چاہیں تو وہ کم کر دئے جائیں۔ مگر آپ نے یہی کہا کہ استقامت و محترم کا حکم واجب التعمیل ہے۔

آپ کا دارالعلوم سے تعلق اور رسالہ "انقاسم" کا اجراء ۱۳۲۸ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے۔ آپ کے متعلق تصنیف و تالیف اور جملہ انتظام اجرائے رسالہ "انقاسم" کر دیا گیا۔ جسے آپ نے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ ایک ہی دو سال میں "انقاسم" کی اشاعت خیال سے زائد ترقی پذیر ہو گئی۔ آپ کے حسن انتظام سے "انقاسم" بیش بہا مضامین سے مزین ہو کر ماہ بہ ماہ نکلتا رہا اور اس سے خواص و عوام فیضیاب ہوتے رہے۔

لے "سوانح حیات" میں حضرت شیخ الہند کے تین اور مکتوب بھی جو دیاں صاحب کے نام ہیں درج ہیں

درس حدیث | مؤلف: "سوانح حیات میاں صاحب" تحریر فرماتے ہیں:

جب رسالے کے اجراء اور قیام کا انتظام ہر اعتبار سے مکمل ہو گیا تو حضرت "میاں صاحب" کی خواہش کے موافق ذمہ داران دارالعلوم نے رسالہ کی ادارت و انتظام کو دوسرے صاحب کے سپرد کر کے آپ کے متعلق صرف درس حدیث و تفسیر کر دیا۔ دارالعلوم دیوبند کی مدرسہ کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہو کر اعلیٰ اساتذہ کی صف میں رہ کتنا حیات آپ ہزاروں تشنگان علوم کی کما حقہ سیرابی فرماتے رہے۔ درس میں کبھی غیر متعلق اور خارجی باتوں کا ذکر نہ فرماتے۔ بلکہ مختصر جامع اور بہت مفید جملوں میں مسئلہ کی تحقیق اور مطلب کا حل فرا دیتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کی تقریریں یہ اثر عطا فرمایا تھا کہ بات فوراً دلنشیں ہو جاتی تھی۔

پابندی اسباق | مؤلف: "سوانح حیات میاں صاحب" نے اس بارے میں جو فرمایا ہے میں اس کو بھی یہاں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

دارالعلوم باوجودیکہ آپ کے مکان سے فاصلہ پر واقع ہے۔ لیکن کیسی ہی شدید سردی ہو یا گرمی، بارش ہو یا دھوپ، تکلیف برداشت کر کے برابر مدرسہ تشریف لے جاتے اور حتی الامکان درس نامہ نہ فرماتے حتیٰ کہ ۱۲۵۵ھ میں آپ کی جوان عمر صاحب زادی کا انتقال قبیل صبح صادق ہو گیا۔ تو نہایت صبر و شکر کے ساتھ آپ نے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور بعد نماز فجر اپنے فرزندوں کو تہمیر و تلغین کے متعلق ہدایت فرما کر خود مدرسہ تشریف لے گئے اور حسب دستور وقت مقررہ یک سنی پڑھایا اور سبق کے بعد درس گاہ میں طلبہ سے مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا کرائی تب مکان پر تشریف لائے تو جنازہ قریب تیاری تھا۔ اور ایک مجمع اقربا اہل محلہ اور اہل شہر کا موجود تھا۔ نقوڑی دیوبند میں مدرسہ سے جانشین شیخ الہند حضرت علامہ مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ صدر مدرس اور حضرت علامہ مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب مدظلہ، مہتمم مدرسہ و دیگر حضرات مدرسین و ملازمین برائے تعزیت تشریف لائے۔ آپ نے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ سے نماز جنازہ پڑھوائی۔ اور بعد نماز کے جب ان (دونوں) حضرات نے قصد معیت جنازہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ حضرات مدرسہ تشریف لے جائیں اور اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں۔ جنازہ کی تدفین کے لئے اقربا اور اہل شہر کی کافی جماعت ہے۔ اگرچہ ان حضرات نے انکار بھی بہست کیا۔ لیکن باصرار و ثقافتاً ان کو واپس کر کے جنازہ کے ساتھ شریک ہوئے۔

اللہ اکبر کس درجہ محتاط، زاہد و متقی صابر و شاکر، راضی برضائے مولا تھے۔

آپ نے ۳۵ سال دارالعلوم میں تعلیم دی۔ اور نشتر و شامت دین میں مصروف رہے۔

سفر حج | آپ نے اپنی حیات مبارک میں تین حج ادا فرمائے۔ سب سے پہلا حج ۱۳۳۰ھ میں دوسرا ۱۳۴۵ھ میں

اور تیسرا ۱۳۵۰ھ میں ادا کیا۔

تصنیف و تالیف | بقول مؤلف "سوانح حیات میاں صاحب" آپ نے بزمانہ قیام جو نپور تقریباً سولہ سترہ کتابیں تالیف کیں۔ اور دارالعلوم سے تعلق ہو جانے کے بعد درس و تدریس، ذکر و مراقبہ، اور ادو وظائف اور تلاوت کے ساتھ ساتھ اٹھارہ انیس کتابیں تالیف فرمائیں۔ یہ سب کتابیں نہایت معتبر، عام فہم اور سلیس اردو زبان میں ہیں۔ اور ہر بندی اور منتہی کے لئے یکساں نفع بخش ہیں۔ اپنے استاد و محترم حضرت شیخ الہند کی سوانح عمری بھی آپ نے نہایت مؤثر اور دلنشیں الفاظ میں تحریر فرمائی ہے۔ فرائض کی مشہور درسی کتاب سراجی کا ساشیہ بھی عربی زبان میں نہایت عمدہ اور بہترین لکھا جو مدارس اسلامیہ اور اہل علم میں مقبول ہوا۔

تعویذ و دعا | آپ کے والد ماجد شاہ محمد حسن اور آپ کے والد کے ماموں سید عبداللہ شاہ عرف متا شاہ سے (جو آپ کے مرشد بھی تھے) سلسلہ عملیات چلا آ رہا تھا۔ آپ نے بھی ان کے بعد اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ عصر کے بعد حضرت میاں صاحب اہل حاجت کو تعویذات دیتے تھے۔ دیوبند، نواح دیوبند اور دور دور سے لوگ آپ کے پاس برائے تعویذ و دعا آتے تھے۔ اور بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہوتے تھے۔

مولف سوانح حیات میاں صاحب اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں:-

آپ کے تعویذات تیر بہدت تھے۔ بلا دو امصار و مواضعات کوئی جگہ ایسی نہ ہوگی جہاں پر آپ کی شہرت نہ ہو۔ طلبہ اور اصحاب حاجت اس کثرت سے رجوع ہونے لگے۔ کہ کسی وقت آپ کو فرصت نہ دیتے۔ اور آپ کے ذکر و وظائف میں رختہ انداز ہوتے۔ اس لئے آپ نے عصر سے مغرب تک تعویذات کی تقسیم کے لئے اپنا قیمتی وقت مقرر و متعین فرما دیا۔ اور علاوہ (اس) مخصوص وقت کے اندرانے کی اجازت نہ دیتے، اگر طبیعت ماساز ہوئی اور اندرانے کی عام اجازت دے دی تو بجائے مراجع پر ہی کے لوگوں نے تعویذوں کی فرمائش شروع کر دی۔ ایسی حالت میں بھی آپ اہل حاجت کی ضرورت کو پورا فرماتے اور باوجود علالت کے تعویذات مرحمت فرماتے تھے۔ بہت سے آسیب زدہ اور دیوانے زنجیروں میں باندھ کر آپ کے در دولت پر لائے جاتے اور شفا پاب ہو کر واپس جاتے۔ روزانہ ایک ہجوم اصحاب حوائج کا آپ کے مکان پر رہتا۔ بعض محض زیارت و دعا کے طالب ہوتے۔ ان کو دعا اور زیارت سے سرفراز فرماتے۔

عادات و خصائل | حضرت میاں صاحب کے صاحبزادے اپنے والد ماجد کے اخلاق و عادات کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ آپ کو ایسی فراست عطا فرمائی تھی کہ ایک ہی نظر میں کھرے کھوٹے کی شناخت کر لیتے تھے آپ اپنے والد ماجد مرحوم کے شاگردوں پر جن میں دیوبند کے ہندو مسلم کثیر المقداد لوگ تھے، نہایت شفقت و عنایت فرماتے تھے۔ صدقہ و خیرات اس طرح فرماتے تھے کہ کسی متنفس کو بھی اس کا علم نہ ہوتا تھا۔ محلہ کے یتیم بچے

غریب مفلس، بوڑھے جمعہ کو مختلف اوقات میں آتے تھے اور ہر ایک کو حسب ضرورت خفی طور پر عطا فرماتے تھے مساکین طلبہ دارالعلوم کی ہر طرح سے امداد و اعانت فرماتے تھے۔ اخفاء کا لحاظ اس قدر فرماتے کہ بعض لینے والے کو بھی خبر نہ ہوتی کہ یہ رقم کہاں سے آئی۔

چنانچہ ایک شخص بوجہ غربت و ناداری اپنی جوان لڑکی کی شادی کے لئے سخت پریشان تھا اور بدبجہ شرم و بدنامی کسی سے سوال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ آپ سے اس نے دعا کے واسطے عرض کیا۔ آپ نے کچھ کپڑے اور کچھ نقد ہی ایک اجنبی شخص کے ہاتھ رات کے وقت اس کے مکان پر بھجوا دی۔ اور یہ فرما دیا کہ یہ سامان دے کر فوراً واپس ہو جانا۔ اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دینا۔ غرض اس اجنبی نے ایسا ہی کیا۔ کئی روز تک وہ غریب لوگوں سے دریافت کرتا رہا کہ کس نے ایسے وقت میں میری مدد کی؟ جب معلوم نہ کر سکا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا۔ کہ نہ معلوم کوئی فرشتہ تھا کہ رات کو آیا اور مجھے کپڑے کا تھان اور کچھ روپیہ دے کر فوراً واپس ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ میاں آپ کو اس کے تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ کون دے گیا اور کس نے بھیجے؟ خدا تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی اپنے خزانے میں لاؤ۔

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ ہر شخص سے اس کے درجہ اور بیعت کے مطابق تعلق و گفتگو اور معاملہ فرماتے تھے جس کی وجہ سے ہر شخص اپنے دل میں یہی سمجھتا تھا کہ میرے ساتھ بہت خاص تعلق ہے۔ بالخصوص اہل علم کا بہت زیادہ احترام و ادب ملحوظ فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک اہل علم زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ مؤذن سے پہنچ گئے۔ اور جیسا کہ آج کل عام عادت ہے کہ ایک پاؤں اٹھا کر گھٹنے پر رکھ لیتے ہیں اسی طرح بیٹھ گئے۔ چونکہ یہ ہیئت تواضع کے بھی خلاف ہے اور ادب کے بھی۔ اس لئے اگر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کوئی ایسا کوڑا نو فوراً متنبہ فرما دیا کرتے تھے۔ لیکن ان کے علم کا احترام پیش نظر تھا کچھ فرمایا نہیں۔

پھر کئی مہینے بعد جب وہ دیوبند آئے اور آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ باہر سے اجازت طلب کی۔ آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام دیکھے۔ فرمایا اجازت ہے بشرطیکہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر نہ بیٹھیں۔ ان کو اس سے پہلے کسی نے متنبہ نہ کیا تھا اور نہ خود ہی اس کا احساس ہوا تھا۔ اب اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر شرمندہ ہوئے اور جب سامنے آئے تو شرمندگی کے آثار ان پر نمایاں تھے۔ پھر تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ایسی بے تکلفی سے گفتگو فرمائی جس سے ان کے قلب سے بالکل یہ اثر جاتا رہا۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف حسنہ سے تھا کہ ہر موسم کے پھل اور گنے کے موسم میں کھیر پکوا کر اہل محلہ، طلبہ اور مساکین اور غربا کو تقسیم فرماتے اور کھلاتے تھے۔ بالخصوص آسموں کی فصل میں بہت زیادہ مقدار میں خرید کر طلبہ کی دعوت فرماتے تھے۔

ارشاد و ہدایت | آپ کسی کے اندر طلب صادق دیکھتے تو اس کو بیعت فرما لیتے چنانچہ بہت سے اشخاص کو آپ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ بنگال، آسام اور کوئی صوبہ اور ضلع آپ کے مریدوں سے خالی نہیں۔ سورت کے علاقے میں کثرت سے آپ کے مرید ہیں۔ آپ ہر سال سورت کے علاقے میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور ایک دو ماہ قیام بھی فرماتے۔ ۲۵ سال متواتر آپ اس علاقے میں تشریف لے جاتے رہے۔ اور لاہور بھی آٹھ نو سال تک آپ تشریف لے جاتے رہے۔ پروفیسر کریم بخش ایم اے کے یہاں آپ کا قیام رہتا تھا۔

پروفیسر صاحب سے آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ اس کے علاوہ رنگون، کلکتہ، چاٹ گام، نواکھالی وغیرہ لوگوں کو بھی آپ نے اپنے حلقہ بیعت میں شامل کیا۔

سلسلہ مرض و فات | شوال ۱۳۶۲ھ سے راندر میں سلسلہ مرض شروع ہو گیا تھا۔ دہلی پہنچ کر علاج کرایا۔ پھر دیوبند تشریف لائے۔ گرمی کے زمانے میں مسوری۔ ڈیرہ دون۔ شملہ۔ کسولی اور دیگر مختلف مقامات کے آخری سفر فرما کر ۲۲ رمضان ۱۳۶۳ھ واپس دیوبند تشریف لے آئے۔ ۲۶ رمضان کو یا راوہ راندر دیوبند سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے مرض کی تکلیف بڑھ گئی اس لئے عید دہلی ہی میں کی۔ اس کے بعد راندر تشریف لے گئے۔ راندر میں علاج جاری رہا۔ یہاں سے ممبئی تشریف لے گئے۔ وہاں یونانی اور ڈاکٹری علاج کیا۔ اسی حالت میں پونا، کانٹھیا واڑ وغیرہ تشریف لے گئے۔ پھر راندر اپنی جائے قیام پر تشریف لے آئے۔ سیٹھ اسماعیل خان غلام حسین صاحب سورتی کے مکان پر قیام تھا۔ یہاں پر ہر طرح علاج معالجہ کیا گیا۔ بالآخر ۲۲ محرم ۱۳۶۴ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۴۵ء راندر میں بروز دوشنبہ بوقت ظہر اس دار فانی سے سفر فرما گئے۔

اپنی وفات سے دس پندرہ روز پہلے یہ بھی فرمایا کہ وطن کو واپس جانے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن راندر کی زمین نے میرے پاؤں پکڑ لئے ہیں۔ تین چار روز پہلے کئی شخصوں سے یہ بھی فرمایا کہ پیر کے دن تو چلنا ہی ہے۔ راندر کے گرد و نواح میں آپ کی وفات کی خبر پھیل گئی۔ سورت کے گرد و نواح کے لوگ بھی جمع ہو گئے اور راستہ کے ۱۰ بجے اس خربینہ علم و عمل اور مجسم نہد و تقویٰ کو بحالت غریب الوطنی راندر کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ۶۹ سال تین ماہ اور ۱۴ ایوم عمر پائی۔

اولاد | آپ نے دو صاحبزادے یا دو گار چھوڑے۔

۱۔ مولانا سید اختر حسین صاحب مرحوم سابق استاد دارالعلوم دیوبند

۲۔ حاجی سید محمد بلال صاحب

دونوں صاحب زادوں کی اولاد موجود ہے۔ حاجی سید محمد بلال صاحب کے صاحبزادے مولانا سید خلیل الرحمن

صاحب، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

اب آخر میں حضرت میاں صاحب کے چند ملفوظات درج کئے جاتے ہیں۔

ایک مجلس میں بسلسلہ کلام آیت کریمہ مَاعِنْدُکُمْ یَنْفَعُکُمْ وَاللّٰهُ بَاقٍ پڑھی۔
ترجمہ۔ جو چیزیں تمہارے پاس ہیں وہ سب فنا ہونے والی ہیں۔ اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ باقی رہنے والی ہیں۔

اور فرمایا کہ عام طور پر لوگ اس کو مال و متاع اور دولت و سامان پر مقصور سمجھتے ہیں۔ لیکن الفاظ قرآن کے عام ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے کل احوال و اوصاف اور حوادث و عوارض کا یہی حال ہے کہ سب گذشتگی اور گذشتگی اور سرایع الزوال ہیں۔ جیسے ہمارے مال و متاع کو کوئی قرار و قیام نہیں۔ اسی طرح دوستی، دشمنی، رنج و خوشی، غصہ و رخصنا جو کچھ دنیا کے لئے ہو سب کا یہی حال ہے کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں اس لئے نہ کسی کی دوستی اور مہربانی پر اعتماد و اطمینان چاہئے نہ کسی کی دشمنی اور ناراضی کا بہت زیادہ اثر لینا چاہئے نہ دنیا کی کوئی راحت و خوشی اس قابل ہے کہ اس میں انسان مست ہو جائے اور نہ کوئی برے سے بڑا غم اس قابل کہ اس میں مایوس و بے دل ہو جاوے کہ یہ سب ختم ہونے والی چیزیں ہیں۔

ایک مجلس میں فرمایا کہ دنیا و مافیہا فانی ہیں۔ اصل مقصود ہے حیاتِ اخروی اور اس کا مدار ہے قرب خداوندی پر جس قدر قرب خداوندی ہوگا اسی قدر حیاتِ اعلیٰ درجہ کی ہوگی اور قرب حاصل ہوتا ہے اعلیٰ خصائل حاصل کرنے سے اور رذائل و اخلاقی ذمیمہ کو دور کرنے سے۔ تو حیاتِ آخرت اور قرب خداوندی اسی درجہ کا حاصل ہوگا۔ جس درجہ آدمی اوصافِ ذمیمہ سے پاک ہوگا۔ اور جس قدر اس میں نقصان ہوگا اسی قدر حیاتِ آخرت جس کی جا بجا بشارت دی گئی ہے اور قرآن مجید میں اس کی بھلائی کو بیان کیا گیا ہے۔ نفعیہ و ناپایدار ہو گئی۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ آج گھر سے مدر سے جاتے ہوئے ایک تماشہ دیکھا کہ محلہ کوٹک میں کنوئیں کے قریب کچھ لڑکیاں جمع تھیں۔ جو جنگل سے گوبر جمع کر کے لائی تھیں۔ اور یہاں بیٹھ کر اس کی تقسیم میں اس طرح مشغول تھیں کہ جیسے کسی جائیداد کی تقسیم کر رہی ہوں۔ ذرا فرامی مقدار پر لڑ رہی تھیں۔ ہم بھی ان کا تماشہ دیکھنے کو ایک دو منٹ کھڑے ہو گئے۔ تو معاذ حق تعالیٰ نے ایک بڑی حکمت و عبرت قلب میں ڈال کر ان لڑکیوں کے لڑنے کو ہم بڑی حقارت سے دیکھتے اور سنہستے ہیں۔ کہ یہ کس نجاست و غلاظت پر لڑ رہی ہیں۔ لیکن اگر حق تعالیٰ ہماری آنکھیں کھول دیں اور صحیح بصیرت عطا فرماوے تو یقین ہو جائے کہ ہم جس بڑی سے بڑی دولت یا عزت و وجاہت کے لئے باہم برسبر پیکار ہیں۔ خاندانوں اور نسلوں میں جنگ و جدل کے سلسلے چلتے ہیں۔ قتال و بغارت کسی کی نوبت آجاتی ہے۔ ان سب چیزوں کی حقیقت بھی اس گوبر سے زیادہ نہیں۔ اور اللہ والوں کی

تشریح ہماری لڑائی ان لڑکیوں کی لڑائی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ایک روز بسلسلہ کلام فرمایا کہ دار و مدار ساری ولایت و بزرگی کا اتباع ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ رض کا جس قدر تقویٰ اور خشیت اللہ کا جذبہ ہوتا ہے اسی قدر معرفت حق تعالیٰ پیدا ہوتی ہے۔ اور جب مضمون اپنی عاجزی اور خاکساری کا دل میں جم جاتا ہے اور عظمت و جلال خداوندی پیش نظر ہوتی ہے۔ تو تمام خیالات و توہمات فاسدہ دل سے خود بخود نکل جاتے ہیں۔ اور انعامات بے قیاس اس طرف سے طامی ہو جاتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ انسان سارے شبہات و اشکالات کی بنیاد بندے اور حق تعالیٰ کے درمیان نسبت کا معلوم ہونا ہے۔ یہ نسبت منکشف ہو جائے تو نہ عقیدہ کا کوئی اشکال باقی رہے نہ معاملہ کا۔

ایک مرتبہ فرمایا زندگی مستعار راحت و آرام سے بسر ہو یا تنگی و افلاس سے۔ بہر حال میں شکر گزار رہنا چاہیے۔ دنیا کی کسی راحت و تکلیف کا کوئی اعتبار نہیں۔ بہت جلد گزر جاتی ہے نہ یہاں کی راحت کو نقص ہے اور تکلیف کو۔

ارشاد فرمایا۔ بزرگوں کا یہ طریقہ تھا کہ اہل محلہ کی خبر گیری کرتے تھے۔ بیکیسوں، محتاجوں کی ضروریات سودا سلع دیتے تھے ہم سے تو یہ بھی دشوار ہے کہ اپنے کام کو جائیں تو دوسرے کا کام بھی کر لائیں۔ یا کسی محتاج۔ بیکس۔ رانڈ بیوہ کا بازار کا کام کر دیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑا ثواب مقرر فرمایا ہے کسی کو راستہ بتا دیا۔ کسی کا بوجھ اٹھا دیا۔ یہ بھی صدقہ ہے اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کمی نہیں۔ ضرورت سے طلب صادق کی اور نیت خالص کی۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی سرگرمیاں

قومی اسمبلی میں

اسلام کا معرکہ

محرم الشریعہ ہے درست تقاضا میں رہتے ہوئے کرتی ہے جو سرزبان لینے ملاک صاحب فقیر قومی اسمبلی میں جمہوری قومی قومی مسائل پر قراردادیں، مباحثات، پارلیمنٹ میں موجود سیاسی پارٹیز کا موقف، حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا اسلامی و ملی مسائل کے بارے میں رویہ، شیخ الحدیث کی تقاضا، اور ان کی قراردادوں پر لکھنے کا مدخل — آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد پر لکھنے کا ایک لکھ، سوالات اور جوابات، مسودہ دستور میں ترمیمات اور ترمیم کی تقریریں۔

سیاست دانوں کے مشورہ اور انتخابی دوسرے کردار کی کسوٹی پر۔

ایک ایم سی سی ویسٹ بنگالہ

ایک آئینہ اور ایک اعلا نامہ

ایک ایسی رپورٹ جو اعلیٰ کے شائع کردہ سرکاری رپورٹ کے حوالوں سے جمی سند ہے۔

پاکستان کے سرحدی علاقوں کی ایک تاریخی داستان اور ایک ایسی کتاب جس سے بظاہر،

سیاست دان اور اسلامی سیاست میں نمونہ اور آئینہ ہو جائے۔

ایک ایسی کتاب جو ہندوؤں اور ملتان اسلام کے علمبردار علمائے کلمے جو جنت و جہنم میں ہے۔

میں اسلامی جدوجہد میں رہنمائی — کتابتِ حق جو ہے اور سرسبز جہان ہے۔

مدہ کتابت و طباعت کسین سرحدی، فیض بندہ روپے، صفحہ ۱۴

مؤثر المصنفین اکوڑہ نخلت (پشاور)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَقُوا اللَّهَ
 حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ
 إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ وَأَعْتَصِمُوا
 بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

O ye who believe! Fear God as
 He should be feared, and die not
 except in a state of Islam. And
 hold fast, all together, by the
 Rope which God stretches out
 for you, and be not divided
 among yourselves.



PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED